عرسِ امیر المجاہدین

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

۲۲ ربیع الآخر، ۱۴۴۴ھ / ۱۸ نومبر، 2022ء

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان

042-37374429 0315-7374429
alnizamia7374429@gmail.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔

تاریخِ انسانیت کا سب سے سنہرا دَور وہ تھا جب رحمتِ عالَم ﷺ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی نگاہوں کے سامنے اُن میں موجود تھے۔ اُس وقت رسول اللہ ﷺ کی جلوہ گری سے روحانی فیوض وبرکات بھی ہر زمانے سے بڑھ کر تھے، تربیتِ نبوی کی برکت سے اخلاقی اقدار بھی بلند ترین درجہ پر تھیں، قرآن وسنت پر عمل کا انداز بھی ہر زمانے سے نرالا تھا اور ربّ تعالیٰ کی بارگاہ سے ملنے والا اجر بھی سب سے زیادہ تھا۔ وصالِ نبوی کے بعد صحابۂ کرام اور تابعین علیہم الرضوان کے دور میں بھی اِن انوار وتجلیات کی جھلک باقی رہی، پھر رفتہ رفتہ لوگ دین سے دُور ہوتے گئے، دنیا کی محبت بڑھتی گئی، مفاد پرستوں نے دین کا حلیہ بگاڑ دیا... وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ خرابیاں بڑھتی رہیں، اب بھی روز بروز بڑھ رہی ہیں اور آنے والے اَدوار میں مزید بڑھنے کا خدشہ ہے۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ۔» یعنی ”میرے زمانے والے (صحابہ) میری اُمّت میں بہترین ہیں، پھر وہ لوگ (تابعین) بہتر ہیں جو اِن سے قریب اور اِن کے تابع ہوں گے، پھر (تبع تابعین) جو اُن سے قریب و تابع ہوں گے۔“ دو یا تین قَرنوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: «ثُمَّ إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ۔» یعنی ”پھر ایسے لوگ آئیں گے جو بغیر مطالبہ کے (جھوٹی) گواہی دیں گے... بددیانت ہوں گے، اُنھیں امین نہیں بنایا جائے گا... منّتیں مانیں گے، مگر پوری نہیں کریں گے... اور اُن میں موٹاپا ظاہر ہوگا (عیش وعشرت کے عادی ہو کر محنت چھوڑ دیں گے)۔“[1] (صحیح بخاری: 3650)

تاریخ کے مطالعہ سے نبی کریم ﷺ کے اِس ارشادِ مبارک کی عملی تصدیق ہوتی ہے... ہمارا ”ماضی“ اتنا شاندار ہے کہ بلا مبالغہ پوری دُنیا کے سامنے اپنے بزرگوں کی باتیں اور اُن کے کارنامے فخر کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں... جب کہ ہمارا ”حال“ ایسا بے حال ہے کہ اپنوں کے سامنے بھی اُس کا تذکرہ کرتے ہوئے سر شرم سے جھک جاتا ہے۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے دورِ حاضر تک، اُمّت کا درد رکھنے والے ہر مفکر نے اپنے دور کے جوانوں کو یہ درس دیا کہ اپنا ماضی یاد کرو، اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلو اور نئی تہذیب کے جال میں نہ پھنسو۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تابعین کو اور اُن کے واسطے سے پوری اُمّت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا

---

[1] ترجمہ ماخوذ از ارشاد الساری و مرقاۃ المفاتیح

فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ، أُولٰئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍﷺ...[1]یعنی جو ہدایت کے راستے پر چلنا چاہے وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی پیروی کرے، کیونکہ (صحابہ کے علاوہ) جو لوگ ابھی زندہ ہیں وہ فتنہ میں بھی مبتلا ہو سکتے ہیں۔[2]

اقبال علیہ الرحمہ نے اپنی ایک نظم میں جوانانِ اسلام کو اپنا ماضی یاد کرنے کی تلقین کی، اُس نظم کے چند اشعار یہ ہیں:[3]

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردُوں تھا، تُو جس کا ہے اِک ٹوٹا ہوا تارا[4]

تجھے اُس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا[5]

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا[6]

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثُریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا[7]

ماضی قریب میں ایک شخصیت نے اُمّتِ مسلمہ کو خوب جھنجوڑا اور کروڑوں جوانوں کے دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کی شمع روشن کر کے اُنھیں اپنا تابناک ماضی یاد دلایا، وہ شخصیت امیر المجاہدین شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی ہے۔ آپ کا دوسرا عرسِ مبارک 19، 20، 21 نومبر کو منعقد ہو رہا ہے۔ چنانچہ آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے اور آپ کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے آج کے خطبہ میں آپ سے متعلق کچھ باتوں کا ذکر ہو گا۔

---

[1] ولفظ الرواية بتمامه: كَانُوا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبَرَّهَا قُلُوبًا وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا اخْتَارَهُمُ اللهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِإِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعْرِفُوا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوهُمْ عَلٰى آثَارِهِمْ وَتَمَسَّكُوا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ. (مشكوة المصابيح، حديث: 193۔ شرح السنة، ج:1، ص:214، المكتب الاسلامی)

[2] ترجمہ ماخوذ از لمعات التنقیح

[3] شرح کے ساتھ پوری نظم پڑھنے کے لیے لنک پر کلک کریں: https://aainaeiqbal.co.in/kabhi-ae-naojawan-muslim/

[4] گردُوں: آسمان۔ یعنی اے مسلم نوجوان! کبھی تُو نے غور و فکر کیا ہے کہ تُو کس عظیم الشان آسمان کا ٹوٹا ہوا ایک ستارا ہے؟

[5] دارا: بادشاہ۔ تیری پرورش اُن بزرگوں نے اپنی محبت بھری گود میں کی ہے جنھوں نے شاہوں کے تاج اپنے پاؤں میں کچل ڈالے تھے۔

[6] جہاں گیر: دُنیا پر چھا جانے والا۔ جہاں دار: بادشاہ۔ جہاں بان: دُنیا کو چلانے والے۔ جہاں آرا: دُنیا کی زینت۔ یعنی اے نوجوان! میں تجھے کیا بتاؤں کہ تیرے بزرگ کیا تھے! وہ دُنیا پر چھا جانے والے، دُنیا پر حکومت کرنے والے اور دُنیا کو ترقی بخشنے والے تھے۔

[7] ثُریّا: ستاروں کا ایک مجموعہ، مراد بلندی۔ یعنی ہم نے اپنے بزرگوں کی میراث محفوظ نہ رکھی تو آسمان نے ہمیں بلندی سے پستی میں گرا دیا۔

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

قرآن وسنت میں حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان کو اپنے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور دل میں یہ خوف ہونا چاہیے کہ ایک دن ضرور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مَیں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں“۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے لے کر موجودہ دَور کے کامل مسلمانوں تک... سبھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونے کا خوف رکھتے ہیں۔

دل میں خوفِ خدا پر بہت سے انعامات نصیب ہوتے ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے ربّ کریم اُسے دُنیا وآخرت کے تمام خوفوں اور غموں سے آزاد فرمادیتا ہے۔ بزرگوں کے حالات میں بے شمار ایسی مثالیں ہیں کہ اُن کے دلوں میں خوفِ خدا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور وہ دیگر چیزوں سے ایسے بے خوف تھے کہ اُن کے واقعات پڑھنے، سننے سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

حضرتِ بنان: چوتھی صدی ہجری کے مستند علما میں ایک نمایاں نام شیخ الاسلام ابوالحسن بُنان بن محمد حمّال واسطی علیہ الرحمہ (م:316ھ) کا ہے۔ آپ بہت بڑے محدث بھی تھے اور سچے صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد بھی تھے... ڈنکے کی چوٹ پر اسلامی احکام کا پرچار کرتے تھے۔ آپ نے حضرتِ جنیدِ بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی تربیت پائی تھی۔[1]

آپ کے دور میں مصر کا حکمران خُمارُوَیہ تھا، اُس نے ایک عیسائی شخص کو وزیر بنادیا، وزیر کی حیثیت سے اُسے سرکاری پروٹوکول حاصل تھا۔ قرآن وسنت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو مکمل عدل وانصاف حاصل ہوگا، مگر اِعزاز و تکریم فقط غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوبِ مکرم ﷺ کا دین قبول نہ کرے اُس کے لیے پروٹوکول نہیں ہے۔

ایک مرتبہ وہ عیسائی وزیر عالی شان سواری پر پروٹوکول کے ساتھ جارہا تھا... سچے درویش کسی کے عہدے یا سکیورٹی سے مرعوب نہیں ہوتے... حضرت بُنان نے اُسے روک کر فرمایا (مفہوم): ”نیچے اُترو اور عام سواری پر بیٹھو، آئندہ اعلیٰ سواری پر نہ بیٹھنا۔“ حاکمِ مصر کو معلوم ہوا تو اُسے بہت غصہ آیا، چنانچہ اُس نے سخت سزا دینے کا فیصلہ کیا اور حکم دیا کہ آپ کو گرفتار کرکے کسی درندے کے سامنے ڈال دیا جائے... اُس نے سوچا تھا کہ درندہ آپ کا گوشت نوچے گا اور سخت تکلیف کے ساتھ وفات ہوگی، یوں آئندہ کسی کو حکومتی معاملات میں مداخلت کی جرأت نہیں ہوگی... چنانچہ سرکاری اہلکاروں نے گرفتار کرکے درندے کے سامنے ڈال دیا... ایک رات گزرنے کے بعد جب اہلکار خبر لینے آئے تو اُن کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ آپ صحیح وسلامت قبلہ شریف کی طرف چہرہ کیے موجود تھے اور درندہ آپ کے (پاؤں کے بوسے لیتے ہوئے) جسمِ مبارک کو چاٹ رہا تھا... چنانچہ حاکم نے آپ کو چھوڑ دیا اور معافی بھی مانگی۔

---

[1] دیکھیے سیر أعلام النبلاء، الطبقۃ الثامنۃ عشر، رقم:274، ج:14، ص:484، مؤسسۃ الرسالۃ

بعد میں کسی نے پوچھا کہ جب آپ پر درندے کو چھوڑا گیا تھا اور وہ آپ کے پاس پہنچ کر آپ کو سونگھنے لگا تھا تب آپ کیا سوچ رہے تھے؟ (اُس وقت موت آنکھوں کے سامنے تھی، دل بہت خوف زدہ ہو گا؟) فرمایا: كُنْتُ أَتَفَكَّرُ فِيْ سُؤرِ السِّبَاعِ وَلُعَابِهَا۔ یعنی (موت کا تو ذرہ بھر بھی خوف نہیں تھا) مَیں یہ سوچ رہا تھا کہ شرعی اعتبار سے درندے کا جوٹھا پاک ہوتا ہے یا ناپاک؟ (درندے نے میرا جسم چاٹا ہے، اب جسم پاک ہے یا مجھے پاؤں وغیرہ دھونا پڑیں گے)۔[1]

امیر المجاہدین: علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ بزرگوں کے اخلاق کا نمونہ تھے، اُن کے دل میں خوفِ خدا اِس قدر تھا کہ خود کو چھپانے کی کوشش کے باوجود بہت مرتبہ تقریروں اور نجی محافل میں اُن کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔

دُنیا جانتی ہے کہ اُن کا چہرہ بے حد نورانی تھا اور بلا مبالغہ وہ اُن لوگوں میں سے تھے جنھیں دیکھ کر خدا یاد آ جاتا ہے۔ خوفِ خدا سے اُن کی کیفیت یہ تھی کہ ایک مرتبہ اُنھوں نے جامعہ نظامیہ رضویہ میں حدیث شریف کا سبق پڑھاتے ہوئے فرمایا (مفہوم): میں بہت مرتبہ آئینے میں اپنا چہرہ اِس لیے دیکھتا ہوں کہ کہیں میرے اعمال کی وجہ سے چہرہ بگڑ تو نہیں گیا۔ (اللہ اکبر! بڑوں کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں)

وہ اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرتے تھے کہ دل میں کسی اور چیز کا خوف باقی نہیں رہا... اُن کی زندگی کے آخری سالوں میں جو واقعات پیش آئے، دُنیا نے دیکھا کہ سخت مشکل حالات میں بھی اُنھوں نے تحفظِ ناموسِ رسالت سے متعلق اپنے اُصولی موقف میں کوئی لچک نہیں دکھائی اور مشکل ترین حالات میں کبھی اُن کے چہرے پر پریشانی کے آثار نظر نہیں آئے... بلکہ اُن کے پاس بیٹھنے والوں، اُن کی تربیت پانے والوں، حتّٰی کہ اُن کی چند تقریریں سننے والوں کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ کیا بچے، کیا جوان اور کیا بوڑھے... کسی کو موت یا دوسرے خطرات کا خوف نہیں ہوتا۔ وہ کثرت کے ساتھ یہ شعر پڑھتے تھے:

شاہوں کے تکبر سے بھی دب کر نہ رہا میں
کس بارگاہِ خاص کا آخر گدا ہوں میں

لمحۂ فکریہ: ہمارے بزرگ اللہ سے ڈرتے تھے تو کسی سے نہیں ڈرتے تھے، ہم اللہ سے نہیں ڈرتے تو سب سے ڈرتے ہیں۔ نجی سطح سے لے کر حکومت تک، خوفِ خدا سے یوں محروم ہیں کہ نہ سچائی ہے نہ امانت ہے، نہ عدل وانصاف ہے نہ حلال وحرام کی تمیز... اور دُنیا سے اتنا ڈرتے ہیں کہ ایٹمی طاقت ہونے کے باوجود ایک لفظ کہنے سے پہلے سوچتے ہیں کہیں وہ ناراض نہ ہو جائیں۔

---

[1] أَنَّ بُنَاناً الحَمَّالَ قَامَ إِلَى وَزِيْرِ خُمَارَوَيْه - صَاحِبِ مِصْرَ - وَكَانَ نَصْرَانِيًّا، فَأَنزَلَهُ عَنْ مَرْكُوبِهِ، وَقَالَ: لَا تَرْكَبِ الخَيْلَ وَعِيِّرْ كَمَا هُوَ مَأْخُوذٌ عَلَيْكُم فِي الذِّمَّةِ. فَأَمَرَ خُمَارَوَيْه بِأَنْ يُؤخَذَ، وَيُوضَعَ بَيْنَ يَدَىْ سَبُعٍ، فَطُرِحَ، فَبَقِيَ لَيْلَةً، ثُمَّ جَاؤُوا وَالسَّبُعُ يَلحَسُهُ، وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ القِبْلَةِ، فَأَطلَقَهُ خُمَارَوَيْه، وَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ... فَلَمَّا أُخرِجَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ السَّبُعِ قِيْلَ لَهُ: مَا الَّذِي كَانَ فِي قَلْبِكَ حَيْثُ شَمَّكَ؟ قَالَ: كُنْتُ أَتَفَكَّرُ فِي سُؤرِ السِّبَاعِ وَلُعَابِهَا. (سير أعلام النبلاء) یہ واقعہ تاریخ بغداد اور دیگر متعدد کتب میں بھی موجود ہے۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ

قرآن وسنت کی تعلیمات میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمان کو کبھی بھی کسی دوسرے دین یا دوسرے دین والوں سے ہرگز متأثر نہیں ہونا چاہیے۔یعنی ایسا نہ ہو کہ مسلمان جس علاقے میں جائے وہاں کی تہذیب اپنا لے یا جیسے لوگوں کے پاس بیٹھے اُنہی کے رنگ میں رنگا جائے، بلکہ مسلمان کے دل میں بانیٔ اسلام ﷺ اور اسلام کی اتنی محبت وعقیدت ہونی چاہیے کہ وہ کہیں بھی ہو، کیسے بھی لوگوں کے پاس بیٹھے اُس کے کردار سے آقا کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کی خوشبو آئے اور اُس کی باتوں سے اسلام کی برتری کا پیغام ملے۔

سیدنا معقل: دورِ فاروقی میں سیدنا مَعْقِل بن یَسَار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جگہ کا امیر مقرر کیا گیا، آپ مختلف لوگوں میں بیٹھ کر کھانا تناوُل فرما رہے تھے، اِس دوران ایک لقمہ زمین پر گر گیا، آپ نے لقمہ اُٹھایا اور صاف کرکے کھالیا۔ یہ دیکھ کر کچھ دیہاتیوں اور کسانوں نے اپنی سوچ کے مطابق اِسے معیوب سمجھا اور آنکھوں سے اِشارے کرنے لگے۔ بعض لوگوں نے آپ کو متوجہ کیا کہ لوگ اِسے معیوب سمجھ رہے ہیں۔ آپ نے نہایت خوب صورت جملہ ارشاد فرمایا: إِنِّي لَمْ أَكُنْ لِأَدَعَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ ﷺ لِهٰذِهِ الْأَعَاجِمِ، إِنَّا كُنَّا يُؤْمَرُ أَحَدُنَا إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَتُهُ أَنْ يَّأْخُذَهَا فَيُمِيْطَ مَا كَانَ فِيْهَا مِنْ أَذًى وَّيَأْكُلَهَا وَلَا يَدَعَهَا لِلشَّيْطَانِ۔» یعنی مَیں اِن عجمیوں کی خاطر اپنے آقا کریم ﷺ کا حکم نہیں چھوڑ سکتا، ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ لقمہ گر جائے تو اُسے صاف کرکے کھالیں اور شیطانی تکبر کی وجہ سے اُسے چھوڑیں نہیں۔(سنن ابن ماجہ، حدیث:3278)

متأثر ہونے کی وجہ: کچی کھیتی اور ناپختہ شاخیں معمولی ہوا سے بھی جھک جاتی ہیں اور اِنھیں آسانی سے توڑا جاسکتا ہے؛ کیونکہ اِن کا اپنے مرکز سے تعلق مضبوط نہیں ہوتا... جب کہ درخت کو نہ تو تیز ہوائیں جھکا سکتی ہیں اور نہ ہی اُسے آسانی سے اُکھیڑا جاسکتا ہے؛ کیونکہ اُس کا اپنے مرکز سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ ایسے ہی جس مسلمان کا اپنے آقا کریم ﷺ اور اسلام سے تعلق پختہ ہو، اُس کی نظر میں نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی سب کچھ ہوتی ہے... وہ نہ تو غیروں سے متأثر ہوتا ہے اور نہ ہی اسلام کے علاوہ کسی دین کا تصور کرتا ہے... جب کہ جس بدنصیب کا سرکارِ دوعالم ﷺ اور آپ کے دین سے تعلق مضبوط نہ ہو، اُسے جو چاہتا ہے اپنی طرف مائل کرلیتا ہے اور وہ غیروں کے گیت گانے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتا۔

شیخ الاسلام: شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ انگریز حکومت کے سخت مخالف تھے۔ انگریزوں نے اُنھیں خریدنے کے لیے نوٹیفکیشن بھیجا کہ حکومت کی طرف سے آپ کو ہز ہولی نس(His Holiness)کا خطاب دیا جاتا ہے۔ آپ نے غصے سے اُس نوٹیفکیشن کو پھاڑ کر آگ میں ڈال دیا اور فرمایا: حضور ﷺ کی غلامی اور پیر پٹھان خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ سے وابستگی میرے لیے سب سے بڑا اِعزاز ہے(مَیں انگریز کے نام نہاد اِعزاز کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں)۔(فوز المقال، ج:4، ص:151)

مصورِپاکستان: اقبال علیہ الرحمہ نے اپنے بہت سے اشعار میں اُمّت کے جوانوں کو پیغام دیا کہ وہ سرکارِ دوعالم ﷺ سے دیوانہ وار محبت کریں اور کبھی غیروں سے مرعوب یامتأثر نہ ہوں۔ وہ اپنے بارے میں کہتے ہیں:

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ ونجف[1]

ایک اور شعر میں کہتے ہیں:

زِمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن بھی آدابِ سحر خیزی[2]

امیرالمجاہدین: شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے بھی زندگی بھرپوری قوّت کے ساتھ اُمّت کو یہ درس دیا کہ جانِ عالم ﷺ سے "اَنھے واہ پیار" (والہانہ محبت) کریں اور دوسروں کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھیں بھی نہیں۔

والدہ کی گود سے لے کر میدانِ عمل میں آنے تک اُن کی تربیت غیرت مند عشّاق نے کی۔ اُنھوں نے لکھا: عشقِ رسول ﷺ مجھے اپنی ماں کی گود سے ملا ہے، میری والدہ اُٹھتے بیٹھتے ہر بات پر "صدقے یارسول اللہ!" کہتی تھیں، یہ جملہ میرے لاشعور میں بس گیا۔[3]

وہ اپنی شعوری زندگی کا اکثر حصہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور سے وابستہ رہے... یہیں سے درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کی اور پھر یہیں تدریس فرمائی۔ اُن کے محبوب اساتذہ میں ایک نمایاں نام مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کا ہے۔ مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ ایسے غیرت مند عالم تھے کہ کبھی کسی دُنیادار سے مرعوب نہیں ہوئے، سرکاری میٹنگز میں حکمرانوں کے سامنے جرأت کے ساتھ کلمۂ حق بیان کرتے، ڈانٹ بھی دیتے اور حکمران اُن سے مرعوب رہتے تھے۔[4] یہی محبت وغیرت اُنھوں نے اپنے شاگرد امیر المجاہدین علیہ الرحمہ میں بھی منتقل کی۔

امیر المجاہدین کی بانیٔ اسلام ﷺ سے محبت اور غیروں سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ امامِ اہلِ سنت کا یہ شعر اُن کی پہچان بن گیا:

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دُنیا سے مسلمان گیا

---

[1] یعنی یورپ کے تعلیمی اداروں سے میں ہرگز متأثر نہیں ہوا؛ کیونکہ میری آنکھوں میں مدینہ منورہ اور نجفِ اشرف کی خاک کا سرمہ لگا ہے۔

[2] زِمستانی: سخت سرد۔ یعنی برطانیہ میں سردیوں کی صبح کو ہوا نہایت ٹھنڈی ہوتی تھی اور اُس میں تلوار جیسی کاٹ ہوتی تھی، مگر میں بھی اپنے معمولات کا ایسا پابند تھا کہ لندن میں مجھ سے صبح سویرے اُٹھنے کی عادت نہ چھوٹ سکی۔

[3] ماہنامہ النظامیہ، امیر المجاہدین نمبر، ص: 28۔ نوٹ: نمبر پڑھنے کے لیے کلک کریں: https://drive.google.com/file/d/10pDDvwaAGWAtk2QV-6iTpyL2HNjNdUXr/view?usp=sharing

[4] دیکھیے ماہنامہ النظامیہ [خصوصی شمارہ]، اگست، ستمبر 2021ء۔ پڑھنے کے لیے کلک کریں: https://drive.google.com/file/d/1hi9BdG2e4zz06ucoS64qNsJ8TXIKw1nx/view?usp=sharing

وہ یہ شعر صرف پڑھتے ہی نہیں تھے، بلکہ وہ سچ مچ ایسے تھے... کلاس میں کوئی بھی مضمون پڑھاتے، کسی بھی عنوان پر منعقد محفل کی زینت بنتے، حتّٰی کہ نجی نشست میں کسی ذاتی معاملے پر گفتگو ہوتی... اُن کی باتوں سے محبتِ رسول ﷺ کی خوشبو پھیلتی تھی اور اسلام سے وفا کا درس ملتا تھا۔ وہ پختہ حافظِ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ الحدیث بھی تھے... اسلامی تاریخ کے وسیع مطالعہ کے ساتھ ساتھ اُنھیں اکابر شعرا کے بے شمار عربی، فارسی، اُردو اور پنجابی اشعار ازبر تھے... وہ کبھی آیات واحادیث سے ایمان کو تازہ کرتے، کبھی صحابہ ٔکرام علیہم الرضوان کے حسین واقعات سنا کر دلوں کو آباد کرتے، کبھی اسلامی سپہ سالاروں کی دلیرانہ باتوں سے دینی غیرت کو بیدار کرتے اور کبھی بزرگوں کے اشعار سے محبت کے جذبات جواں کر دیتے... بلا مبالغہ اُنھوں نے جس حسین اور مؤثر انداز میں اُمّت کے اندر عشقِ رسول ﷺ، دین سے وفا اور بزرگانِ دین کے ساتھ تعلق کا جذبہ بیدار کیا، ماضی قریب میں اُس کی مثال نہیں ملتی۔

وہ اپنے خطابات میں بکثرت فرمایا کرتے: رسول اللہ ﷺ سے کم از کم اتنی محبت ضرور کرنا کہ اِس شعر کا مصداق بن جاؤ:

جب روح میرے پیراہنِ خاکی سے نکلی
تو روضے سے آواز آئی: او میرا فقیر آیا[1]

لمحۂ فکریہ: اِس وقت عالمی طاقتوں کی سرپرستی میں بے دین طبقات اور یورپی این۔ جی۔ اوز۔ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں کہ مسلمانوں کی نئی نسل نام کی تو مسلمان ہو، مگر اُن کی تہذیب اور عادات واطوار سے اسلام کی مہک نہ آئے... وہ کلمہ تو پڑھیں، مگر اپنا آئیڈیل غیر مسلموں کو سمجھیں۔ افسوس کہ ہم دانستہ یا نادانستہ طور پر تیزی سے اِس سازش کا شکار ہوتے جارہے ہیں... ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو مغربی تہذیب کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے ہیں، ماڈرن لباس کو اِعزاز سمجھتے ہیں، اسلامی ماحول کو فرسودہ و دقیانوسی تصور کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اسلامی تہذیب جدید تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتی۔

اِس بے یقینی کی کیفیت میں گرفتار بے چاروں کو جھنجھوڑنے کے لیے علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ اکثر طور پر شاعرِ مشرق اقبال علیہ الرحمہ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

سُن او تہذیبِ حاضر کے گرفتار
غلامی سے بدتر ہے بے یقینی

اور یہ شعر بھی پڑھتے تھے:

بدل دیا رُخِ مشرق کو تُو نے اے مغرب!
خدا بچائے تیری ہوا سے زمانے کو

---

[1] مشہور شاعر صوفی محمد افضل فقیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب روح مری نکلی پیراہنِ خاکی سے..... ”وہ میرا فقیر آیا“ روضے سے ندا آئی (جانِ جہاں، ص:27)

حرفِ آخر

اِس وقت اُمّتِ مسلمہ دُنیا بھر میں پریشان حال ہے، مظلوم ہے، بکھری ہوئی ہے اور غیروں کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے...
اِس سے بھی زیادہ پریشان کُن بات یہ ہے کہ اکثر مسلمان اپنے اصل راہ نماؤں کو بھول کر اُنہی لٹیروں سے دادرسی چاہتے ہیں جن کی وجہ سے یہ دن دیکھنا پڑے۔ ایسے حالات میں علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ جیسا صاحبِ بصیرت انسان اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت سے کم نہیں، جنھوں نے اُمّت کو اپنے آقا کریم ﷺ سے وفا اور اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کا درس دیا۔

ہو سکتا ہے کہ آج کی گفتگو سے بعض نام نہاد روشن خیالوں کو یہ فکر لاحق ہو جائے کہ یہ نوجوانوں کو دقیانوسی بنانے کی کوشش ہے۔ ایسے لوگوں کو قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے، جو اُنھوں نے 30 اکتوبر، 1947ء کو لاہور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمائی تھی: ”آپ کو صرف اپنے آباء و اَجداد کی طرح مجاہدانہ جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے، آپ اُس قوم سے تعلق رکھتے ہیں جس کی تاریخ بہادری، شجاعت اور بلندیٔ کردار کی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔“[1]

اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

ہاں دکھا دے اے تصور! پھر وہ صبح و شام تُو
دَوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایّام تُو

امیر المجاہدین علیہ الرحمہ بھی اِسی فکر کے داعی تھے۔ اُنھوں نے اپنی ایک کتاب کے شروع میں یہ تاریخی جملے تحریر فرمائے:
”عروج وزوال تاریخ کا حصہ ہیں... جو قومیں دورِ انحطاط میں اپنے افکار و نظریات پر سختی سے کاربند رہیں اُن کے دوبارہ عزت و وقار حاصل کرنے اور سربلند ہونے میں دیر نہیں لگتی، لیکن جو قومیں اپنے افکار و نظریات کو چھوڑ کر اغیار کی نقالی میں مصروف ہو جاتی ہیں، تباہی و بربادی ہمیشہ کے لیے اُن کا مقدّر بن جاتی ہے۔“(تعلیلاتِ خادمیہ، حرفِ آغاز، ص:12 تا 14)

علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ اِس آیتِ کریمہ کا مصداق تھے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ ”جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اُسے ”پاکیزہ زندگی“ عطا کریں گے اور ہم ضرور اُنہیں اُن کے بہترین کاموں کے بدلے میں اُن کا اجر دیں گے۔“[النحل 16:97]
ایسے پیاروں کو دُنیا میں بھی ”پاکیزہ زندگی“ عطا ہوتی ہے اور آخرت میں بھی... دُنیا کی ”پاکیزہ زندگی“ میں قناعت بھی ملتی ہے اور

---

[1] http://www.nawaiwaqt.com.pk/quaide-azam-nay-farmaya/15-Sep-2015/414321

عبادات کی لذت بھی، رزقِ حلال بھی اور مزید اعمالِ خیر کی توفیق بھی... جب کہ آخرت کی "پاکیزہ زندگی" ایسی حسین ہے کہ اُس تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

آخرت کی "پاکیزہ زندگی" کی ایک حسین مثال سنیے! جلیل القدر تابعین میں دو بھائی بھی ہیں: حضرت رِبْعِی بن حِراش اور حضرت ربیع بن حِراش علیہما الرحمہ، دونوں کی زندگیاں عظیم الشان تھیں۔ حضرت رِبعی کے بارے میں سوانح نگاروں نے یہ بھی لکھا کہ اُنھوں نے زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ دونوں بھائیوں کو خوفِ خدا اِس قدر نصیب تھا کہ اُنھوں نے قسم اُٹھائی جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ جنتی ہیں یا جہنمی تب تک تبسم نہیں کریں گے۔ چنانچہ دونوں نے اپنی قسم پوری کی... زندگی بھر شریعت پر عمل کیا اور وصال کے بعد مسکرانے لگے۔ حضرت ربیع کو غسل دینے والے صاحب نے کہا: فَلَمْ يَزَلْ مُتَبَسِّمًا عَلٰى سَرِيرِهٖ وَنَحْنُ نَغْسِلُهٗ حَتّٰى فَرَغْنَا۔ ہم غسل دیتے رہے اور وہ غسل والے تخت پر لیٹے مسکراتے رہے، ہمارے فارغ ہونے تک وہ مسلسل تبسم ہی کرتے رہے۔

(شرح النووی علی مسلم، ج:1، ص:66۔ کتاب من عاش بعد الموت لابن أبی الدنیا، ص:20)

امیر المجاہدین علیہ الرحمہ کی دنیاوی "پاکیزہ زندگی" سب نے دیکھی... اُن کا اپنا ظاہر و باطن تو روشن و منوّر تھا ہی، وہ دوسرے کروڑوں افراد کے دل بھی منور کر گئے... اور اُن کی اُخروی "پاکیزہ زندگی" کی ایک جھلک اُن کی بے پناہ مقبولیت و محبوبیت ہے... اُن کا جنازہ بھی بے مثال تھا، عرسِ مبارک کے رنگ بھی اپنی مثال آپ ہیں... سب سے بڑھ کر یہ کہ اُن کی وفات سے اُن کا مشن رُکا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رُوبہ ترقی ہے اور اُن کی تقریروں کے کلپس بھی ایمانی جذبات کو تازہ کر رہے ہیں۔

آخر میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ ہم جنس پرستی کے حمایتیوں کی طرف سے "جوائے لینڈ" نامی ایک فلم تیار کی گئی، جب اس سے متعلق احتجاج ہوا تو حکومت نے اُس پر پابندی لگا دی۔ گزشتہ دنوں کی خبروں سے ایسا لگتا ہے کہ وفاقی حکومت کی طرف سے اس فلم کی نمائش کی اجازت دینے کا راستہ نکالا جا رہا ہے، تاہم پنجاب حکومت نے تا حکمِ ثانی اِس پر پابندی کا نوٹیفکیشن جاری کیا ہے۔۔ واضح بات ہے کہ یہ فلم ہماری ثقافت، قانون اور دستور کے یکسر خلاف ہے، اگر اِس کی نمائش ہوئی تو عوامی ردِّ عمل سخت ہو گا۔ حکومت کو چاہیے کہ اِس فلم پر مستقل پابندی لگائے اور انتشار پھیلانے سے گریز کرے۔

اللہ تعالیٰ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے تمام جاں نثاروں، بالخصوص شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کے درجات میں بلندیاں عطا فرمائے، اُن کے ایمانی جذبات کے طفیل اسلام کو پوری دُنیا میں غلبہ عطا فرمائے۔ ربّ تعالیٰ فقرِ بوذر اور زورِ حیدر کے صدقے میں مسلم حکمرانوں کو دینی غیرت عطا کرے۔ مالکِ کریم تمام پریشان حال مسلمانوں کو خوشیاں عطا فرمائے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم